ہوتے ہیں۔مثلاً ''میل'' کا کلی مفہوم جھکنا اور ہٹنا ہے۔اس ضمن میں عربی میں بہت سے الفاظ ہیں مثلاً زیغ، جور، ارعویٰ حیادۃ اور انحراف وغیرہ،لیکن یہ سب '' میل عن الشئی '' (ہٹنا یا کسی چیز سے پھرنا) کے معنی میں آتے ہیں۔پھر اسی کے تحت فیئ، تو یہ، التفات اور صغو وغیرہ جیسے الفاظ ''میل الی الشئی '' (کسی چیز کی طرف مائل ہونا یا جھکنا) کے معنی میں آتے ہیں،اس طرح '' صغت قلوبکما '' کے معنی ''انابت قلوبکما وملت الی الله ورسوله '' (یعنی تم دونوں کے دل اللہ اور اس کے رسول کی طرف جھک چکے ہیں) کے ہوں گے۔صغو کے لفظ جھکنے کے لئے آتا ہے نہ کہ مڑنے اور ہٹنے کے معنی ہیں۔یہی حقیقت اس کے دیگر مشتقات میں بھی ہے۔مثلاً ''صاغیة الرجل '' کا مطلب کسی شخص کی اتباع کو کہیں گے۔'' صغوة معك '' کا مفہوم ہے کہ اس کا میلان تمہاری جانب ہے۔اسی طرح ''اصغیت الی فلان '' کا مطلب ہے اس کی طرف تم نے کان لگایا۔حدیث شریف میں وارد ہے۔''ینفخ فی الصور فلایسمعه احدالا اصغی الیه '' (۴۲) صور پھونکا جائے گا تو کوئی سننے والا ایسا نہ ہوگا جو اس کی طرف اپنی گردن نہ موڑے) اسی طرح محاورہ ہے ''الصبی اعلم بمصغی خد ہ '' (بچہ اپنی آغوش مہر ومحبت کو خوب پہچانتا ہے) اسی سے ہے ''صغت الشمس والنجوم '' (سورج اور ستارے زمین کی طرف جھک گئے) (ہرۃ والی حدیث میں ہے ''کان یصغی لها الاناء '' (۴۳) (اس کے لئے برتن کو جھکا دیتے تھے تا کہ وہ آسانی سے پانی پی سکے) برتن کے جوف کو ''صغو '' کہتے ہیں کیونکہ چیز وہیں جمع ہوتی ہے۔ابن بری نے ''اصغاء سمع '' (کسی طرف کان لگانا) کے ثبوت میں کسی شاعر کا مندرجہ شعر پیش کیا ہے۔(۴۴)

ترى السفيه عن كل مكرمة ۔ زيغ وفيه للتسفيه اصغاء

(تم بے وقوف کو دیکھو گے وہ ہر قابل احترام شی سے گریز کرتا ہے۔
اور ضلالت وگمراہی کی طرف کان لگاتا ہے)

ذوالرمہ اونٹنی کی تعریف کہتا ہے (۴۵)

تصغی اذا شدھا بالکور جانحۃ۔ حتی اذا مااستوی فی غرذھا تثب (۴۶)
(جب وہ اس پر کجاوہ کستا ہے تو گردن موڑ کر کان لگاتی ہے یہاں تک کہ اس کے رکاب میں پیر رکھتے ہی وہ ڈگ بھرنے لگتی ہے)

اعشی اونٹنی کی آنکھ کے بارے میں کہتا ہے۔ (۴۷)

تری عینھا صغواء فی جنب مؤقھا۔ تراقب کفی والقطیع المعرما (۴۸)
(تمہیں پتہ ہے کہ اس کی آنکھ حلقۂ چشم کی طرف جھکی ہوئی ہے۔ اور وہ میری ہتھیلی اور سخت کوڑے کو نگاہ میں رکھے ہوئے ہے)

تمر بن تولب (۴۹) نے اپنے شعر میں ''اصغاء اناء'' (انڈیل دینا) کا محاورہ اس طرح استعمال کیا ہے۔

وان ابن اخت القوم مصغی اناؤہ۔ إذا لم یزاحم خالہ بأب جلد (۵۰)
(اور قوم کے بھانجہ کے ساتھ حق تلفی کی جاتی ہے۔ جب تک کہ اپنے ماموؤں کی ایک بہادر باپ کے ذریعہ مزاحمت نہ کرے)

اس کے بعد سورہ قیامہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ سورہ قیامہ میں بھی مولانا نے کلام عرب سے استشہاد کرتے ہوئے قرآن کریم کے اسالیب اور کلام الٰہی کی کے لطیف پیرایۂ بیان کی تہ داریوں اور باریکیوں کی پردہ کشائی کی ہے، پہلے سورہ کے عمود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ منکرین قیامت اور جزاء کے شبہات کی تردید ہے۔ منکرین قیامت پر تنقید کرتے ہوئے متعدد آیات نقل کی ہیں۔ اسی قبیل کی دو آیات سورہ قیامہ کی نقل کی ہیں۔

''اولیٰ لك فأولی ثم اولی لك فأولی'' (القیامہ ۷۵/ ۳۵۔۳۷) افسوس ہے تجھ پر افسوس ہے تجھ پر افسوس ہے پھر افسوس ہے تجھ پر اور افسوس ہے

لفظ ''اولی'' پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح ''ویل'' کا لفظ جھڑکی اور غصہ کے لئے آتا ہے'' اسی طرح ''اولی'' کا لفظ اظہار حسرت کے لئے

آتا ہے۔(۵۱) خنساء کا شعر ہے۔

ھممت بنفسی کل الھموم۔ فأولی لنفسی اولی لھا (۵۲)

(جب پورے طور سے میں نے اپنے آپ کا جائزہ لیا تو اپنی ذات پر کف افسوس ملتا رہا)

پہلے ''لا'' کا منفصل آنا عربی زبان کا ایک معروف اسلوب ہے ''کلا'' کی بھی یہ نوعیت ہے، اس لئے اس کا متصل ماننا یا زائد ماننا خلاف عقل ہے۔ اس آیت سے کے معنی بگڑ جاتے ہیں اور قرآن کی تصریحات واضح طور پر اس نقطہ نظر کے خلاف ہیں (۵۳)

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

" فلااقسم بمواقع النجوم وانه لقسم لو تعملون عظیم " (واقعہ ۵۶/ ۷۵۔۷۷)

سو میں تاروں کے ڈوبنے کی قسم کھاتا ہوں، اگر تم لوگ سمجھو تو بڑی قسم ہے۔(۵۴)

اسی اسلوب کو نابغہ ذبیانی نے اپنے ایک شعر میں اس طرح استعمال نقل کیا ہے۔

فلا لعمر الذی مسحت کعبته۔ وماھریق علی الانصاب من جسد

(پس نہیں اس ذات کی قسم جس کے کعبہ کا میں نے طواف کیا، اور ان خونوں کی قسم جو تھانوں پر بہائے گئے)

والمؤمن العائذات الطیر تمسھا۔ رکبان مکة بین الغیل والسعد

(اور اس ذات کی قسم جس نے پرندوں کو پناہ دی۔ وادیٔ غیل اور سعد سے ہو کر مکہ جانے والے قافلے انھیں گزند نہیں پہنچاتے۔

ماقلت من سئی ممااتیت به۔ اذا فلارفعت سوطی الی یدی (۵۵)

(جو بری چیزیں تم کو لاحق ہوئی ہیں میں ان کا مرتکب نہیں ہوں۔ اگر ایسا ہے تو میرا ہاتھ کوڑے کی جانب نہ اٹھ سکے)

ایک دوسری جگہ یہی شاعر اس لفظ کو یوں استعمال کرتا ہے۔

فلاعمر الذی اثنیٰ علیہ۔ ومارفع الحجیج الی الال

(پس نہیں! اس ذات کی قسم جس کا میں ثنا خواہوں، اوران صداؤں کی قسم جن کے ساتھ حجاج جبل الال کی طرف بڑھتے ہیں)

لمااغفلت شکرك فانتصحنی۔ وکیف ومن عطائك جل مال (۵٦)

(میں نے تمہاری سپاس گزاری سے کبھی غفلت نہیں برتی۔ پس تم مجھے اپنا خیر خواہ تصور کرو۔ (میرے پاس) موجودہ دولت کا اکثر حصہ تمہاری ہی سخاوت سے عبارت ہے)

یہی اسلوب امرءالقیس کے اس شعر میں ملاحظہ کیجئے:

فلاوابیك ابنة العامری۔ لایدعی القوم انی أفر (۵۷)

پس نہیں! اے عامری کی بیٹی! تیرے باپ کی قسم قوم یہ نہیں دعوی کرے گی کہ میں (میدان جنگ سے) بھاگ جاتا ہوں۔

اس سورہ میں جھڑکی اور سوال کے جو مواقع ہیں ان کے محاسن کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، لیکن ایک نکتہ کا ذکر ضروری ہے کہ جب خطاب بانداز عتاب ہوتو اس وقت کلام میں فصل اور التفات اور ظاہری بے ربطی کی کیفیت محسوس ہوتی ہے، متکلم ایک بات شروع کرتا ہے، پھر رک جاتا ہے اور غصہ کا گھونٹ پی کر اسلوب بدل دیتا ہے اور خاتمۂ کلام عموماً جھڑکی پر ہوتا ہے۔ اس طرح کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ مثلاً ایک شاعر ایک بات کہتا چلا جارہا ہے اور پھر اس بات کو کاٹ کر کہتا ہے۔ (۵۸)

فدع ذاو سل الهم عنك بجسرة (۵۹)

(تم جرأت وہمت کے ساتھ اپنے نزدیک سے غموں کو دور کردو)

سورہ عبس میں مولانا نے یہ آیات کریمہ "وجوہ یومئذمسفرۃ ضاحکة مستبشرۃ ووجوہ یومئذ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ۔" کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ منکرین قیامت کے چہروں پر میدان حشر میں دو علامتیں اداسی اور بدگمانی کی ہوں گی

اسی طرح ماننے والوں کے چہروں پر دو صفتیں رونق اور امید کی بشاشت کسی سے پوشیدہ نہیں ہوگی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ خوشی اور غم دونوں کے اثرات چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ (۶۰) اس مضمون کو متمم بن نویرہ (۶۱) نے اپنے ایک مصرعہ میں کس خوبصورتی سے باندھا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

ولوعة حزن يترك الوجه اسفعا (۶۲)

(اور غم کی سوزش چہرے کے رنگت کو تبدیل کر دیتی ہے)

آیت ''بلغت التراقی ''میں ضمیر نفس محذوف ہے۔ اسی طرح سورہ واقعہ میں '' فلولا اذابلغت الحلقوم''میں ضمیر نفس محذوف ہے۔ کلام عرب میں اس طرح کے محذوفات کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں، مثال کے طور پر حاتم طائی کا یہ شعر دیکھئے۔

أماوی ما يغنى الثرأ عن الفتى۔ اذاحشرجت يوماً وضاق بها الصدر (۶۳)

(اے ماویہ! مال نوجوان کے کیا کام آئے گا جب روح بے چین ہو جائے اور اس کی وجہ سے سینہ تنگ ہو جائے) (۶۴)

یہاں حشرجت کا فاعل نفس ہے۔ لیکن عام قاعدہ کے مطابق یہ محذوف ہے۔ محذوفات سے متعلق دوسرے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے مولانا کہتے ہیں کہ اہل عرب ''ی'' کو لفظ آخر سے حذف کر دیتے ہیں! بالخصوص یائے ساکن کے سلسلہ میں یہ قاعدہ عام ہے۔ قرآن کریم میں فواصل کے اندر اس کی مثالیں کثرت سے ہیں۔ مثلاً '' لكم دينكم ولى دين ''میں دین دراصل ''دینی '' ہے لیکن مذکورہ قاعدہ کے مطابق ''ی'' حذف ہوگئی ہے۔ اشعار عرب میں قوافی کے علاوہ بھی اس کی مثالیں بکثرت دستیاب ہیں۔ (۶۵) خنساء کا شعر ہے۔

وتعذرت افق البلاد۔ فما بهاو شل لمائح

(اور شہر کے تمام گوشوں سے امیدیں منقطع ہوگئی ہیں، اب تو اس میں دینے والے کے لئے پانی کا قطرہ بھی نہیں ہے)

تذرى السوافى على السوا۔ م واجدبت سبل المسارح (۶۶)

(ہواؤں نے تمام اموال پر دھول ڈال دی ہے۔ اور چراگاہوں کے تمام

راستوں کو خشک کرڈالا ہے)

اس میں سـوافـی کے آخر سے حذف ہوگئی ہے حالانکہ یہ تراقی کی طرح حالت نصب میں ہے، خنساء کا دوسرا شعر ہے:

فباعین بکی لامری طارد کره۔ له تبك عین الراکضات السوابح (٦٧)

(پس اے آنکھ! تم میرے ایک مسئلے پر اشکبار ہو جس کی شہرت پھیلی ہوئی ہے اور اسی مسئلے کے لئے برق رفتار گھوڑیاں بھی اندر رہی ہیں)

اس میں "تبکی" کی "ی" حذف ہوگئی ہے۔

سیبویہ نے اپنی کتاب میں اس کی وضاحت میں مندرجہ ذیل مثال پیش کی ہے۔

وطرت بمنصلی فی یعملات۔ دوامی الایدیخبطن السریحا (٦٨)

(اور میں اپنی تلوار لے کر ایسی اونٹنیوں پر سوار ہوا، جو مستقل ننگی پشت اندھیرے میں سرگرم سفر رہتی ہیں)

اس میں لفظ "ایدی" کی "ی" حذف ہے۔

آیت "وقیـل مـن راق" (پکاریں گے کون ہے جھاڑنے پھونکنے والا) شدت امر کی تعبیر کے لئے ہے۔ اور یہاں مجہول کا صیغہ غایت درجہ بلیغ ہے گویا ایسا سخت وقت ہوگا کہ کوئی شخص قائل کی طرف متوجہ ہونے والا نہ ہوگا۔ یایوں کہئے کہ اس قول کی اہمیت خود قائل کی شخصیت سے بے پروا کردے گی۔ ہر شخص کی زبان پر یہی کلمہ ہوگا۔ اور نکرہ سے پہلے "من" یا تو شدت طلب کے لئے آتا ہے یا غلبہ یاس کے اظہار کے لئے طرفہ کا شعر ہے۔ (٦٩)

اذاالقوم قالوا: من فتی خلت أننی۔ عنیت فلم اکسل ولم أتبلد (٧٠)

(جب قوم پکارتی ہے کہ ہے کوئی نوجوان! تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے میں مراد ہوں اس وقت کاہلی اور بودے پن کا اظہار نہیں کرتا)

خنساء کا شعر ہے:

یعطی الجزیل ولا یلحی الجلیل۔ ولا یعیی السبیل اذا ماقیل من هادی (٧١)

(وہ بے پناہ لٹاتا ہے اور بزرگوں کی آبروریزی نہیں کرتا، اور جب اس کے سامنے رہبر کا سوال پیش کیا جائے تو وہ رہبری کرتا ہے۔

دونوں شعروں میں ''من ''شدت ضرورت کو ظاہر کر رہا ہے، لیکن دوسرے شعر میں کسی قدر یاس کا پہلو بھی ہوگیا ہے اور اسی یاس سے انکار کا مضمون بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ استفہام کی خصوصیت ہے جو ہر زبان میں انکار کے لئے بھی ایک معروف اسلوب ہے۔(۷۲)

آیت ''وقیل من راق '' کی مولانا نے دو طرح سے تاویل کی ہے ایک تو یہ کہ جب موت کی بے ہوشی طاری ہوگی اور جان سینے میں گھٹنے لگے گی تو تیمار دار گھبرا کر پکاریں گے کہ کیا کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا نہیں ہے۔ اور دوسری تاویل یہ ہے کہ اب معاملہ آخر ہو چکا ہے۔ اب کون ہے جو اس کو شفا دے گا۔ یہ شدت یاس کی حالت ہوگی اور یہ سن کر بیمار کو یقین ہو جائے گا کہ اب جدائی کی گھڑی آ گئی ہے۔ یہ مضمون عرب شعراء کے یہاں مختلف اسالیب میں موجود ہے۔(۷۳) خنساء کا شعر ہے۔

لکن سهام المنايا من يصبن له۔ لم يشفه طب ذی طب ولا راق (۷۴)

(لیکن جس شخص کو موت کے تیر لگ جاتے ہیں تو اسے کسی طبیب کی حذاقت اور نہ کسی جھاڑ پھونک کرنے والے کی جھاڑ شفا دے سکتی ہے)

عدی بن زید کا شعر دیکھئے(۷۵)

أو تكن وجهة فتلك سبيل۔ الناس لاتمنع الحتوف الرواقی (۷۶)

(یا وہ راہ کھل جائے گی اور سب کی راہ ہو جائے گی۔ تعویذ موت کو روک نہیں سکتی ہیں)

آیت ''والتفت الساق بالساق ''(اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹے گی) کا مطلب یہ ہے کہ آدمی شدت ضعف کے سبب چلنے سے معذور ہوگا، آدمی اپنی زندگی اور طاقت کی بنیاد پر ہر میدان میں جولانیاں دکھاتا ہے، لیکن مرنے کے بعد محسوس

ہوتا ہے کہ اس کی پنڈلیاں لپٹ گئی ہیں (۷۶) درید بن صمہ (۷۷) کے یہ اشعار دیکھئے۔ ان میں زندگی کی عکاسی کی گئی ہے۔

فان یك عبدالله خلی مکانه۔ فما کان وقافا ولاطائش الید

(اگر عبداللہ نے اپنی جگہ خالی کردی ہے تو کچھ غم نہیں۔ وہ ڈرپوک اور تیراندازی میں ناکارہ نہ تھا)

کمیش الازار خارج نصف ساقه۔ صبور علی الضراء طلاع انجد (۷۸)

(وہ ہر آن مستعد چاق چوبند مصائب پر ثابت قدم اور بلند کاموں کا ارادہ کرنے والا ہے)

سورہ مرسلات میں تین جگہوں پر کلام عرب سے استشہاد کیا گیا ہے۔ آیت کریمہ ''والمرسلات عرفا'' میں لفظ عرف سے کیا مراد ہے؟ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں گھوڑے کی اس ایال کو کہتے ہیں جو پیشانی پر لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ ایک مشہور لفظ ہے۔ (۷۹) اسی مفہوم میں امرء القیس نے (۸۰) اسے استعمال کیا ہے۔

نمش باعراف الجیاد اکفنا۔ اذا نحن قمنا عن شواء مضهب (۸۱)

(جب ہم شکار کا کچا پکا گوشت کھا کر اٹھتے تھے تو گھوڑوں کی ایال میں ہم اپنے ہاتھ پونچھ کر اٹھ جاتے تھے)

یہاں ہواؤں کو گھوڑوں سے اور ان کے چلنے اور رکنے کو گھوڑوں کے بال پکڑنے اور چھوڑنے سے تشبیہ دی ہے۔ اس تشبیہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہواؤں کا چلنا اور رکنا اللہ کے دائرہ اختیار میں ہے۔ (۸۲) قرآن کریم میں ایک جگہ اس مفہوم کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"ومامن دابة الا هو آخذ بناصيتها" (ہود:۱۱/۵۶)	اور وہ تمام جانداروں کی پیشانی پکڑے ہوئے ہے

اس آیت کی روشنی میں یہ بات بھی ابھر کر سامنے آتی ہے کہ ہواؤں کے

چلنے میں فوائداورنقصانات دونوں ہیں، لفظ ارسال میں شدت کا مفہوم نہیں ہے، اس کے لئے حرف عطف ''ف'' کے بعد'' عاصفات '' کا لفظ لایا گیا۔(۸۳)

آیت ''انها ترمي بشرر كالقصر ''میں آگ کے شعلوں کی تشبیہ ''قصر'' سے دے کر اس کے پھیلاؤ، بلندی اور رنگ کو بتانا مقصود ہے، کیونکہ عموماً محل کی تعمیر بلندی پر ہوتی ہے دور سے اس کا رنگ چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور اوپر کا رنگ نیچے سے مختلف ہوتا ہے۔اس تشبیہ میں محلوں کی بڑائی کا پہلو مد نظر نہیں ہے۔ بلکہ ان کی وہ ہیئت پیش نظر ہے جو دور سے نظر آتی ہے۔اہل عرب نے اس لفظ کو مشبہ اور مشبہ بہ دونوں صورتوں میں استعمال کیا ہے۔(۸۴) اسی مفہوم میں شعر ملاحظہ کریں۔

واعرضت اليمامة واشمخرت۔ كاسياف بأيد مصلتينا(۸۵)

(اور یمامہ کی بستیاں ہمارے سامنے اس طرح اٹھی ہوئی ہیں جیسے تلواریں سونتنے والوں کے ہاتھوں میں تلواریں)

کلام عرب میں اکثر اونٹنی کو محل اور پل سے تشبیہ دی جاتی ہے اس کی کثرت سے مثالیں ملتی ہیں۔

آیت ''إن المتقين في ظلال وعيون'' کے باب میں مولانا کہتے ہیں یہ مضمون اور اسلوب قرآن کریم میں کثرت سے آیا ہے۔مثلاً

"واصحاب اليمين ما اصحاب اليمين في سدر مخضود وطلح منضود وظل ممدود وماء مسكوب وفاكهة كثيره لامقطوعة ولا ممنوعة وفرش مرفوعة" (الواقعہ:۵۶/۲۷۔۳۴)	اور داہنے والے اور کیا داہنے والوں کے جو بے کانٹا والے بیری کے درخت اور تہ پرتہ چڑھے ہوئے کیلوں اور دور تک پھیلی ہوئی جھاڑوں اور ہردم رواں پانی اور کبھی ختم نہ ہونے والے اور بے روک ٹوک ملنے والے بکثرت پھلوں اور اونچی نشست گاہوں میں ہوں گے۔

یہاں پر یہ وضاحت مقصود ہے کہ اللہ کے نیک بندے مذکورہ نعمتوں سے گھرے ہوئے ہوں گے۔ (۸۶) یہی اسلوب برج بن مسہر الطائی (۸۷) کے مندرجہ ذیل شعر میں موجود ہے۔

فبتنا بین ذاك وبین مسك۔ فیاعجبا لعیش لو یدوم (۸۸)

(ہم نے اس کی مشک کے مابین زندگی بسر کی، کیا مزے کی زندگی تھی، کاش دائمی ہوتی)

سورہ عبس میں وارد ہونے والے الفاظ کی تشریح وتبیین کے سلسلہ پانچ مقامات پر کلام عرب سے مدد لی گئی ہے۔

آیت ''فأنت عنه تلهی ''میں'' تلهی' دراصل 'تتلهی'' ہے جس کا مطلب غافل ہونا ہے،

"الهانی عنه ذالك " کا مفہوم یہ ہے کہ فلاں چیز نے مجھے اس سے غافل کر دیا۔ اور اس کی طرف میں نے توجہ نہیں کی (۸۹) عتیبہ بن بجیر کا شعر ہے۔ (۹۰)

لحافی لحاف الضیف والبیت بیته۔ ولم یلهنی عنه غزال مقنع (۹۱)

(میرے دروازے پر اگر کوئی مہمان آجاتا ہے تو میرا لحاف مہمان کا لحاف اور میرا گھر مہمان کا گھر بن جاتا ہے اور برقع پوش ہرنی اس سے مجھے غافل نہیں کرتی ہے)

لفظ'' سفرہ ''سافر کی جمع ہے، اس لفظ پر مولانا نے بڑی عالمانہ بحث کی ہے، اس کے معنی پڑھنے اور لکھنے کے ہیں، یہ عبرانی لفظ ہے۔ اس کا اصل مفہوم زخم لگانے کے ہیں، یہیں سے لکھنے کا مفہوم پیدا ہوا۔ کیونکہ قدیم زمانے میں کچھ لکھنے کے لئے آہنی قلم سے کھدائی کی جاتی تھی، آہستہ آہستہ یہ لفظ پڑھنے اور بیان کرنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا، عبرانی میں لفظ ספר (سفر) قرأت وکتابت اور زخم لگانے کے معانی میں مستعمل ہے اور סופר (سافر) کاتب، فقیہ، امام اور قائد کے معنوں میں مستعمل ہے، اس لحاظ سے حضرت قتادہ کی یہ رای بالکل درست ہے کہ سفرہ سے مراد قراء ہیں اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سفرہ نبطی میں قراء کو کہتے ہیں۔ عربی زبان میں بھی یہ لفظ زخم

لگانے کے مفہوم میں مستعمل ہے۔(۹۲) روبہ کا مصرعہ ہے۔(۹۳)

تفسیر موسی الصلح الجلام (۹۴)

آیت "من نطفة خلقه فقدره" میں لفظ "نطفه" کے معنی تھوڑا سا نچڑا پانی ہے (۹۵) ابوصتره بولانی کا شعر ہے۔(۹۶)

فمانطفة من حب مزن تقاذفت۔ به جنبتا الحردی والیل دامس (۹۷)

چٹیل میدان کے کناروں نے جو اولے گرائے ہیں اس کا تھوڑا سا پانی بھی برقرار نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ رات سخت تاریک ہے)

آیت "وفاكهة وأبّا" میں لفظ "اب" کے معنی تروتازہ اور شاداب گھاس کے ہیں۔ یہ أب یوب ابا وإيابة سے ہے" یہ قدیم لفظ ہے جس پر لسانی تصرفات ہونے کے سبب اس کی اصل ہیئت تبدیل ہوگئی ہے مثلاً أم وهم، هب وتاهب، پس ابّ درحقیقت "هب" کی ایک شکل ہے۔ اس طرح کے تصرفات کی مثالیں عربی میں کثرت سے ہیں مثلاً هزو أزو اراق (هراق) وغیرہ۔(۹۸) اعشی کا مصرعہ ہے (۹۹)

اخ قدطوى كشحاواب لينه هبا (۱۰۰)

(بھائی نے یقیناً منہ پھیر لیا اور جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا)

اب یعنی اٹھا اور ارادہ کیا۔ شاداب گھاس کو "اب" اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلے نمودار ہوتی ہے یہیں سے "ابان الشباب" بولا جانے لگا۔ آہستہ آہستہ یہ لفظ ہر چیز کے اول وقت کے لئے استعمال ہونے لگا۔(۱۰۱) مولانا نے اس لفظ پر تفصیل سے گفتگو کی ہے جس سے زبان واسلوب کے بہت اہم نکتے سامنے آتے ہیں۔

سورہ عبس کی آیات "فانبتنا فيها حبا وعنبا وقضبا وزيتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاكهة وأبا" میں اشیاء ماکولات کے ذکر کی ترتیب میں ان کی اہمیت پیش نظر ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اناج کا ذکر ہے جو انسانی زندگی کے لئے سب سے اہم ہے، اس کے بعد انگور کا ذکر ہے جسے رأس الاثمار کی حیثیت حاصل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ عرب اشیاء کی اس قدرتی ترتیب سے واقف تھے۔

(۱۰۲)اعشیٰ قیس کا شعر ہے۔

فاروی الزروع واعنابها۔ علی سعة مائها اذا قسم (۱۰۳)

(پس اس نے کھیتوں اور اس کے انگوروں کی اس کے پانی سے خوب سینچائی کی جب اسے پوری طرح (پانی کا اندازہ ہوگیا)

اس شعر میں بھی اناج کے بعد انگور کا ذکر ہے، کیونکہ یہ دونوں چیزیں عربوں کی معشیت میں بنیادی اہمیت کی حامل تھیں۔ اس موضوع پر بھی مولانا نے بڑی فکر انگیز بحث کی جس کے ذکر کا یہ موقع نہیں۔

معاد کی ایک تاریخی شہادت پر اظہار خیال کرتے ہوئے مولانا اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں انہیں اقوام کا ذکر ہے جن سے عرب بخوبی واقف تھے۔ اس میں قوم ثمود کے متعلق جو اشارات ہیں وہ عربوں کے لئے ان کی پوری تاریخ سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ ثمود عرب بائدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اہل عرب ان کی بستیوں اور ان کے قصوں سے بخوبی واقف تھے۔ (۱۰۴) اس کی ایک بڑی شہادت یہ ہے کہ جابجا قرآن کریم میں ان کا ذکر ہے، اگر عرب ان سے واقف نہ ہوتے تو قرآن کریم میں اس انداز سے ان کا ذکر نہ کیا جاتا۔

"وعاداً وثموداً قدتبین لکم من مساکنهم" (العنکبوت:۲۹/۳۸)	اور عاد ثمود کو ہلاک کیا اور ان کے گھروں کا حال تم پر واضح ہوگیا ہے۔
"انا دمّرنا هم وقومهم أجمعين فتلك بيوتهم خاويه بما ظلموا ان فی ذالك لاية لقوم يعلمون" (النمل:۲۷/۵۲۵۱)	ہم نے ان کو اور ان کی پوری قوم کو ہلاک کرڈالا۔ ان کے ظلم کے سبب ان کے یہ گھر افتادہ پڑے ہیں۔ سمجھ دار لوگوں کے لئے اس میں عبرت ہے۔ (۱۰۵)

شعراء کے یہاں بھی قوم ثمود کا ایک جانی پہچانی قوم کی حیثیت سے ذکر

ہوا ہے۔ ابو زید الطائی کا شعر ہے۔

من رجال کانوا جمالا نجوما۔ فهم اليوم صحب آل ثمود (۱۰۶)

(ان کا تعلق قوم عاد سے ہے جو اپنی خوبصورتی میں تاروں کے مانند تھے، آج ان کا شمار آل ثمود میں سے ہے)

ولاقاه من الايام يوم۔ كما من قبل لم يخلد قدار (۱۰۸)

(اور اسے گردش روزگار نے فنا کر دیا۔ جس طرح اس سے پہلے قدار کو دوام نہیں حاصل ہوا)

شعر میں قدار سے مراد احمر ثمود ہے جو قوم کا سردار تھا جس نے اونٹنی کو گزند پہنچایا تھا جس طرح عاد میں قیل بن عمر گزرا ہے۔ اسی طرح قوم ثمود میں یہ نہایت سرکش اور باغی تھا۔ (۱۰۹) مشہور جاہلی شاعر افوہ اودی نے (۱۱۰) اپنی قوم کے باغیوں کی مذمت کرتے ہوئے انھیں قیل وقدار کے مترادف قرار دیا ہے۔

فينا معاشرلم يبنو القومهم وان بنى قومهم ما أفسدوا عادوا

(ہم لوگوں میں کچھ ایسے اشرار ہیں جنہوں نے اپنی قوم کے لئے کچھ بنایا نہیں، اور جب قوم نے ان کے فسادات کی اصلاح کی تو انھوں نے اسے دوبارہ بگاڑ دیا)

لايرشدون ولم يرعوا لمرشدهم۔ والجهل منهم معاوالنهى ميعاد

(وہ نہ تو ہدایت کار ہیں اور نہ ہدایت کاروں کی سنتے ہیں، جہالت اور سرکشی دونوں ساتھ ساتھ ان کا ہدف ہے)

اضحوا كقيل بن عمروفى عشيرته۔ اذا هلكت بالذى سدى لها عاد

(ان کا حال یہی ہے جو قیل بن عمرو کا اپنی قوم کے اندر تھا کہ اس کی کرتوت کی بدولت عاد ہلاک ہوئے)

أوبعده كقدار حين تابعه۔ على الغواية اقوام فقد بادوا (۱۱۱)

(یا اس کے بعد قدار کی طرح جس کی لوگوں نے گمراہی میں پیروی کی اور ہلاک ہوئے)

قوم ثمود نے "نـاقة الله" کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اس کے انجام بد سے دو چار ہوئے، یہ چیز ان کے لئے نحوست و ہلاکت کا سبب بن گئی، اسی ضمن میں حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادتوں کو تاریخ اسلام کے عظیم حادثات سے تعبیر کیا ہے۔ آخر میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تاریخ میں آپ کی مظلومیت ہمیشہ یاد رکھی جائے گی اور اسے مولانا نے امت مسلمہ کے سینے کا زخم قرار دیا ہے جو ہمیشہ تازہ رہے گا۔ امام حسین کی شہادت کے متعلق ان کی یہ رائے ہے کہ یہ افسوس ناک حادثہ حضرت علیؓ کے قتل سے جڑا ہوا ہے مولانا کا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ کے قتل اور حضرت امام حسینؓ کی شہادت سے ایسے ہزاروں فتنے پیدا ہوئے جن سے امت مسلمہ خود کو محفوظ نہ رکھ سکی۔ زہیر نے جنگ کے نتائج کو احمر عاد سے تشبیہ دی ہے۔ (۱۱۲)

فتنتج لکم غلمان اشام کلھم۔ کا حمر عادثم ترضع فتفطم (۱۱۳)

(پس وہ (جنگ) تم لوگوں کو ان بد بخت ترین اولاد سے نوازتی ہے جو عاد (قدار بن سالف) کے مانند ہیں پھر دودھ پلاتی ہے اور چھڑاتی ہے۔)

اسی طرح "التین" میں آیت "فلھم اجر غیر ممنون" میں لفظ "ممنون" کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ من سے ہے جس کے معنی کاٹ دینے کے ہیں لبید کا مشہور مصرعہ ہے۔

غبر کواسب لایمن طعامھا (۱۱۵)

(خاکی رنگ کے بھیڑیے۔ جن کے شکار کے سلسلے میں احسان نہیں جتایا جاتا (یعنی وہ اپنی خوراک اپنے دست و بازو سے حاصل کرتے ہیں)

آیت "فما یکذبک بعد بالدین" میں کـذّب بالشیئی "صدق بالشیئی" کا ضد ہے یہ لفظ قرآن کریم میں کثرت سے آیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"کلا بل تکذبون بالدین" (الانفطار ۸۲:۹)

ہر گز نہیں، تم انصاف کے دن کو جھوٹ سمجھتے ہو۔

اس ضمن میں مزید آیات سے استدلال کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ان آیات میں تکذیب کی نسبت انسانوں کی طرف ہے، لیکن اس سورہ میں اس کی نسبت غیر عاقل کی جانب ہے۔ایک دوسری صورت یہ بھی ممکن ہے کہ تکذیب کو عمل علی التکذیب کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ زمخشری کی رائے ہے(۱۱۶) لیکن کلام عرب میں اس کی مثال مولانا کو نہیں ملی، اگر یہ معنی ثابت ہو جائے تو تاویل میں بہت سہولت ہوگی۔ایک تیسری صورت یہ بھی ممکن ہے کہ اسے آرزوئیں پیدا کرنے کے معنی میں لیا جائے۔جب کہ مشہور جاہلی شاعر افنون نے (۱۱۷) اسی معنی میں لیا ہے۔(۱۱۸)

ولاخیر فیما کذب المرء نفسه۔ وتقواله للشیئی یالیت ذالیا(۱۱۹)

(یہ پہلو خیر و عافیت سے خالی ہوگا کہ انسان اپنے کو بہلاتا رہے اور ہر چیز کے متعلق کہ کاش اسے مل جائے)

عبید بن ابرص کا شعر ہے۔(۱۲۰)

والمرء ما عاش فی تکذیب۔ طول الحیاۃ له تعذیب(۱۲۱)

(اور آدمی تمام عمر مکر و فریب میں گزارتا ہے پوری زندگی اس کے لئے عذاب کے مانند ہے۔)

عام مفسرین کے نقطہ نظر سے ہٹ کر لفظ ''التین'' اور لفظ ''الزیتون'' سے مولانا نے دو مقام مراد لئے ہیں، اس ضمن میں مولانا نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے لیکن اس سے قطع نظر کرتے ہوئے یہاں صرف چند ضروری امور کے ذکر پر اکتفاء کیا جائے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تین ایک خاص مقام کا نام ہے عرب اسے اسی نام سے جانتے تھے عربوں کے یہاں یہ قاعدہ عام ہے کہ جو چیز جہاں کثرت سے پیدا ہوتی ہے، اسے اسی نام سے منسوب کر دیتے ہیں۔ چونکہ یہاں انجیر کی پیداوار کی کثرت تھی اس لئے اسی سے اسے اس نام سے منسوب کر دیا، مثلاً غضی، شجر اور نخلہ وغیرہ، یہ لفظ کے اصل معنی نکل جانا نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح مظروف بول کر ظرف مراد لیتے ہیں، اسی طرح لفظ کے مختلف پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کو خاص کرتے ہیں۔ (۱۲۲) لفظ

تین کو مشہور شاعر نابغہ ذبیانی نے اپنے شعر میں استعمال کر کے اس سے شمال کے ایک پہاڑ کو مراد لیا ہے۔

وھبت الریح من تلقاء ذی ارل۔ تزجی مع اللیل فی صرادھا صرما
(اور ہوا جبل ارل کی جانب سے رواں ہوئی، وہ رات کے وقت ان بادل کے ٹکڑوں کو لے کر چلتی ہے، جن میں پانی نہیں ہے۔

صھب الضلال اتین التین عن عرض۔ یزجین غیما قلیلا ماؤہ شبما (۱۲۳)
(ہوائیں سرخ رنگ کے بادلوں کو لے کر تین کے بے پناہ طول وعرض سے گزرتی ہیں ہلکے بادلوں کو ہنکائے پھرتی ہیں جن کا پانی نہایت ٹھنڈا ہے۔)

اس شعر میں نابغہ شمالی ٹھنڈی ہواؤں کا ذکر کرتا ہے جو موسم سرما کے ہلکے بادلوں کو جبل تین کے پاس ہنکاتی پھرتی ہیں، جن سے ٹھنڈک بڑھتی جاتی ہے، عرب شمالی ہواؤں کے چلنے کا اکثر ذکر کرتے ہیں اور کوہ جودی تو سردی اور ٹھنڈک کا خاص مرکز ہے۔ (۱۲۴) ایک جاہلی شاعر ابوصخرہ بولانی کا شعر ہے۔ (۱۲۵)

فما نطفة من حب مزن تقاذفت۔ به جنبتا الجودی واللیل دامس
(چنانچہ اولے کا تھوڑا صاف پانی دستیاب نہیں ہے، جسے تاریک رات میں پہاڑ جودی کے دونوں حصوں نے بہایا)

فما اقرته اللصاب تنفست۔ شمال لاعلی مائه فهو قارس (۱۲۶)
(پس جب گھاٹیوں نے پانی کو ٹھہرایا تو اتری ہوا کا اس کے پانی کی اوپری سطح سے گزر ہوا جس کی وجہ سے پانی جم گیا)

حاشیہ وتخریج

۱۔ الامام عبدالحمید الفراھی۔ تفسیر نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان: سورۃ البقرہ، الطبعۃ الاولی، الدائرۃ الحمیدیہ ۲۰۰۰ء (ص۲۸۹) (جیسا کہ سن اشاعت سے ظاہر ہے، یہ تفسیر ابھی جلد ہی شائع ہوئی ہے)

۲۔ المعلم عبدالحمید الفراھی۔ سورہ الذاریات، مطبعۃ معارف، اعظم گڈھ الہند ص۳

۳۔ اعشٰی بکر بن وائل عام طور سے اعشٰی قیس کے نام سے مشہور ہے۔ بعض اہل علم اسے اعشٰی کبیر بھی کہتے ہیں جاہلی شعراء کے طبقۂ اول میں اس کا شمار ہوتا ہے، اصحاب معلقات، میں شامل ہے، اعشٰی کثیر الکلام شاعر ہے، عرب اور ایران کے سلاطین کے درباروں میں اکثر اس کا جانا آنا تھا۔ اس سے زیادہ اشعار کہنے والے کسی شاعر کا سراغ اس سے قبل نہیں ملتا، وہ اپنے اشعار کو ترنم سے پڑھتا، اس لئے اسے "صناجۃ العرب" کہا جاتا ہے، ایرانی سلاطین سے کثرت ملاقات کے سبب اس کی شاعری میں فارسی الفاظ کثرت سے شامل ہیں، اسے لمبی عمر ملی، اسے اسلامی عہد ملا لیکن اسلام لانے سے محروم رہا، (دیکھئے الزرکلی الاعلام، دار العلم للملایین۔ نومبر ۱۹۹۰ء/۷/۳۴۱)

۴۔ کتاب الصبح المنیر فی شعر أبی بصیر میمون بن قیس بن جندل، الاعشی والا اعشین الأخیرین مطبعۃ آدلف ھلترسن، بیانہ، ۱۹۲۷ء ص ۲۵۵

۵۔ تفسیر سورہ الذاریات، ص۳

۶۔ ابن زیابہ کے لئے دیکھے۔ الزرکلی۔ الاعلام، دار العلم للملایین، نومبر ۱۹۹۰ء ۸۴/۵

۷۔ دیوان الحماسہ (بحواشی محمد اعزاز علی) المکتبۃ الرحیمیہ، دیوبند، یوپی، (مدون تاریخ) ص۲۴

۸ پورا نام زیاد بن منقذ بن عمر ہے قبیلۂ تمیم کی شاخ بنو عدویہ سے اس کا تعلق تھا لقب مرار ہے، اموی عہد کے شعراء میں شمار ہے، فرزدق اور جریر کا معاصر ہے، وادی رمہ میں اس کی رہائش تھی، یمن کی بھی اس نے زیارت کی اس نے اپنی شاعری میں صنعاء کی قدامت بیان کیں اور اپنے شہر اور اپنی قوم کی تعریف میں قصائد منظوم کی مرار بن منقذ کے لئے دیکھئے، الزرکلی، الاعلام، الطبعة التاسعة، دار العلم للملایین، ۱۹۹۰ء ۵۵/۳

۹ تفسیر سورہ الذاریات، ص ۳

۱۰ ابو العباس المفضل به محمد الضبی، المفضلیات، (مصدرة بترجمة المفضل مستفیضه بقلم ضابطها وشارحها حسن السندوبی) الطبعة الاولی، المكتبة التجارية الكبرى، مصر، ۱۹۲۶ء ص ۲۹

۱۱ ابو دواد ایادی کے سوانحی حالات کے لئے دیکھئے، ابن قتیبہ۔ الشعر والشعراء، دار الثقافة، بیروت ولبنان، ۱۹۶۴ء/ ۱۶۱۔۱۶۳، ابو دواد الایادی کا پورا نام جاریہ بن الحجاالایادی ہے، جو ابو دواد کے نام سے معروف ہے، یہ جاہلی شاعر ہے۔ گھوڑے کے اوصاف بیان کرنے والے نمائندہ شعراء میں اس کا شمار ہے الزرکلی، الاعلام، الطبعة التاسعة، دار العلم للملایین، نومبر ۱۹۹۰ء ۱۰۶/۲

۱۲ تفسیر سورہ الذاریات، ص ۴

۱۳ وضاحت کے لئے دیکھئے: ایضاً ص ۴

۱۴ دیوان زھیر بن ابی سلمیٰ (تحقیق وشرح: کرم البستانی) مکتبہ صادر، بیروت، ص ۷۰

۱۵ ابن منظور، لسان العرب، الدار المصریہ، مصر، (بدون تاریخ) ۲۸۸/۱۲

۱۶ احمد بن حنبل، ۴، ۲۰، ۵، ۲۷۲

۱۷ تفسیر سورہ الذاریات، ص ۵

۱۸ دیوان امراء القیس (تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم) دار المعارف، مصر، ۱۹۵۷ء ص ۹۶

۱۹ دیوان الخنساء دار صادر، دار بیروت، ۱۹۶۳ء، ص ۳۵
۲۰ تفسیر سورہ الذاریات، ص ۱۶
۲۱ اس شعر کی ایک دوسری روایت بھی ہے
هل بالديار أن تجيب صمم۔ لو كان رسم ناطق كلّم (المفضلیات، ص ۱۱۱)
۲۲ تفسیر سورہ الذاریات، ص ۲۸
۲۳ دیوان امرء القیس، ص ۱۶۱
۲۴ تفسیر سورہ الذاریات، ص ۳۲۔۳۳
۲۵ لیلیٰ اخیلیہ کا پورا نام لیلیٰ بنت عبداللہ بن الرحال بن شداد بن کعب ہے، اس کا تعلق بنو عاد بن صعصعہ سے ہے، نہایت فصیح شاعرہ تھی، نہایت ذہین اور حسین تھی، حجاج کے دربار میں متعدد مرتبہ اس کی حاضری ہوئی خنساء کے بعد رونما ہونے والے شعراء کی صف میں اس کا شمار ہوتا ہے، حجاج کا ایک خط لے کر مقام "الری" روانہ ہوئی تھی جہاں اس کے انتقال کے بعد تجہیز و تکفین ہوئی، بعد میں خلیل اور جلیل عطیہ نے اس کے کلام کو جمع کر کے دیوان لیلیٰ اخیلیہ کے نام سے شائع کیا۔ (دیکھئے الاعلام، ۲۴۹/۵)
۲۶ الشعر والشعراء ۳۶۱/۱، یہی شعر دیوان میں اس طرح ہے:
ولا تاخذ الكوم الجلاد رماحها۔ لتوبة في نحس الشتاء الصنابر
(دیکھئے دیوان ليلىٰ الاخيلية (عنى بجمعه وتحقيقه: خليل ابراهيم العطية وجليل العطية) دار الجمهورية، بغداد، ۱۹۶۷ء، ص ۹۷
۲۷ بصرہ کے عظیم شعراء میں فرزدق کا شمار ہے، عربی زبان پر اس کی شاعری کے غیر معمولی اثرات ہیں، یہ بات مشہور ہے کہ اگر فرزدق کے اشعار نہ ہوتے تو عرب کی تہائی زبان مفقود ہو جاتی، نیز عوام الناس کے طور طریقے سے ہمیں لاعلمی ہوتی، اسے زہیر بن ابی سلمیٰ کے مثل بتایا جاتا ہے۔ اسلامی عہد کے صف اول کے شعراء میں اس کا نام شامل ہے، اس نے جریر اور اخطل کی ہجو بیان کی، خلفاء اور امراء

کے حضور بیٹھ کر اشعار پیش کرتا، ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک نے چاہا کہ وہ کھڑے ہوکر پڑھے تو اس پر قبیلہ تمیم کے لوگ آپے سے باہر ہو گئے جس کی وجہ سے انھیں مجبوراً بیٹھ کر پڑھنے کے لئے کہنا پڑا۔ (الزرکلی الاعلام، درالعلم للملایین، الطبعۃ التاسعۃ، نومبر ۱۹۹ء، ۹۳/۵)

۲۸ یہ شعر فرزدق کے دیوان، الاغانی، العقد االفرید اور کتاب الامالی میں موجود نہیں ہے۔

۲۹ تفسیر سورہ الذاریات، ص ۳۳۔۳۴

۳۰ راعی کا شمار افکار تازہ کے موسسین میں ہوتا ہے، اس کا ایک جلیل القدر قبیلے سے تعلق تھا، چونکہ اس کی شاعری میں اونٹوں کا ذکر کثرت سے ہے۔ اس لئے اسے راعی ابل کہا جاتا ہے۔ اس کا بصرہ کے مضافات سے تعلق ہے، جریر اور فرزدق کا ہم عہد ہے، اس نے فرزدق کی تعریف کی تو جریر نے اس کی زبردست ہجو کی (الزرکلی، الاعلام، الطبعۃ التاسعۃ، دارالعلم للملایین، نومبر ۱۹۹۰ء ۱۸۹/۴)

۳۱ علامہ حمیدالدین فراہی۔ نظام القرآن، دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڈھ، ص ۱۳۴

۳۲ تفسیر سورہ الزاریات، ص ۴۳

۳۳ ابوذویب ہذلی کا بنو ہذیل بن مدرکہ سے تعلق ہے جس کا سلسلہ قبیلہ مضر سے ہے، مخضر می شعراء میں قابل ذکر شخصیت کا حامل ہے۔ وہ مدینہ میں قیام پذیر ہوا اور مختلف غزوات وفتوحات میں حصہ لیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت تک باحیات رہا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن سعدؓ بن ابی سرح کے لشکر کے ساتھ شریک ہوا، افریقہ کی فتح کے موقع پر موجود تھا جب فوجیں مصر میں داخل ہوئیں تو ابوذویب کا انتقال ہو گیا۔ اس کے دیوان کا پہلا حصہ شائع ہو چکا ہے۔ (الاعلام، ۳۲۵/۲)

۳۴ دیوان الھذلیین، الدارالقومیہ، القاہرۃ، ۱۹۶۵ء ص ۹۲

۳۵ علقمہ بن عبدہ بن ناشرہ بن قیس کا تعلق قبیلہ بنی تمیم سے ہے، یہ جاہلی شاعر ہے،

جس کا شمار صف اول کے شعراء میں ہوتا ہے یہ امرء القیس کا معاصر ہے، شعر گوئی کے مقابلے کی کئی داستانیں اس سے عبارت ہیں، حارث نے اس کے بھائی شاس کو قید کرلیا، جس کے لئے اس نے سفارش کی اور ساتھ ہی ساتھ ستائش بھی چنانچہ اس نے اسے آزاد کردیا، اس کا شعری مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ جس کی شرح "الأعلم الشنتمری" نے کی ہے۔ (الاعلام، ۴/ ۲۴۷)

۳۶ے اس شعر کی ایک دوسری روایت بھی ہے:

فی کل حی قد خبطت بنعمة۔ فحق لشاش من نداك ذنوب

(المفضلیات۔ ص ۱۸۹)

۳۷ے المعلم عبدالحمید الفراہی۔ تفسیر سورہ التحریم مطبعۃ فیض عام علی گڑھ الہند، ۱۳۲۶ھ ص ۳۔۴

۳۸ے طرفہ جاہلی شاعر ہے، بادیہ بحرین میں پیدا ہوا، اور نجد کے علاقے میں منتقل ہوگیا، اس کا تعلق عمرو بن ہند سے قائم ہوا، جسے اس نے اپنے ہم مشرب ساتھیوں میں شامل کرلیا، پھر اسے اس نے ایک خط دے کر بحرین عمان کے گورنر کے پاس روانہ کیا جس میں اس کے قتل کرنے کا فرمان تھا، چونکہ اسے کچھ ایسے اشعار ملے تھے، جن میں طرفہ نے اس کی ہجو بیان کی تھی، چنانچہ گورنر نے بیس یا ستائیس سال کی عمر میں اسے قتل کردیا، اس کا سب سے مشہور قصیدہ وہ ہے جو معلقات میں شامل ہے، جس کا مطلع یوں ہے۔

لخولة أطلال ببرقة ثهمد تلوح كباقي الوشم في ظاهر اليد

یہ قصیدہ اس کے مختصر دیوان میں شامل ہے، جس کا فرانسیسی ترجمہ ہو چکا ہے، اس کی ہجویہ شاعری فحش الفاظ سے پاک تھی، اس کے اکثر اشعار حکمتوں سے پر ہیں۔

۳۹ے کتاب شعراء النصرانیه فی شعراء الجاهلیة، مطبعة الأباء المرسلین الیسوعیین، بیروت، ۱۸۹۰ء ۱/ ۲۰۶

۴۰ے وضاحت کے لئے دیکھئے۔ تفسیر سورہ التحریم، ص ۱۵۔۱۶

۴۱؎ دیوان امرء القیس ،ص ۴۴
۴۲؎ م فتن، ۱۱۶ـ۱۱۶۔ احمد بن حنبل، ۱۶۶۲
۴۳؎ ابوداؤد۔ باب الطہارت، ۲۸، الترمذی، ۲، ۱۶۶
۴۴؎ ابن منظور، لسان العرب، الدار المصریہ قاہرہ، (بدون تاریخ) ۱۹/۱۴
۴۵؎ ذوالرمہ کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا، اپنے عہد کے طبقۂ ثانیہ کے عظیم شعراء میں اس کا شمار ہوتا ہے، اس نے امرء القیس کے شاعرانہ لب ولہجہ کو اختیار کیا اور اسی پر اپنی شاعری کا اختتام کیا۔ وہ حد درجہ پستہ قد اور بدشکل تھا۔ رنگ کالا تھا، اس کی شاعری کا بیشتر حصہ تشبیب پر مبنی ہے، جاہلی شعراء کی طرح اس کے یہاں بھی ٹیلوں پر رونے دھونے کی کثرت کا وجود ملتا ہے، وہ صحراء نشین تھا اکثر یمامہ اور بصرہ کا سفر کرتا، نادر تشبیہات میں قائدانہ کردار کا حامل ہے، وہ ''میہ'' کا دلدادہ تھا اس کا دیوان کافی ضخیم جلد میں موجود ہے، اصفہان میں اپنے رب حقیقی سے جاملا، (الاعلام، ۱۲۴/۵)
۴۶؎ دیوان ذی الرمہ: المکتبۃ الاسلامی، دمشق، ۱۹۶۴ء ص ۱۵
۴۷؎ میمون بن قیس کی حیات وخدمات کے لئے دیکھئے، الزرکلی، الاعلام، الطبعۃ التاسعۃ دارالعلم للملایین، نومبر ۱۹۹۰ء ۳۴۱/۷
۴۸؎ دیوان الأعشیٰ الکبیر میمون بن قیس، ص ۲۹۵
۴۹؎ یہ مخضرمی شاعر ہے عمر کا بیشتر حصہ دور جاہلیت میں گزرا، ایام جاہلیت میں شاعر رباب تھا، مدحیہ اور ہجویہ شاعری سے اسے نفرت تھی وہ صاحب منصب اور سخی تھا، اس کی شاعری حاتم طائی کی شاعری سے مشابہ ہے، اسے اسلامی عہد بھی دیکھنے کو ملا، اس وقت وہ انتہائی ضعیف تھا، آنحضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر آپؐ سے آپ کا پیغام نقل کر کے اپنی قوم کو ارسال کیا کہ اگر تم نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ آنحضور ﷺ کو پیش کرو تو اللہ کی حفظ وامان پر تمہارا اعتماد قائم ہوجائے گا، (الزرکلی، الاعلام،

الطبعۃ التاسعۃ ،دارالعلم للملایین ،نومبر ۱۹۹۰ء، ۸/ ۴۸)

۵۰ صدر الدین ابی الفرج بن الحسین البصری۔ الحماسۃ البصریۃ (اعتنیٰ بتصحیحہ والتعلیق علیہ: الدکتور مختار الدین احمد) الطبعۃ الاولی دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد دکن، الھند، ۲/ ۲۸۸

۵۱ المعلم عبدالحمید الفراھی، تفسیر القیامۃ، المطبع فیض عام۔ علی گڑہ(بدون تاریخ) ص ٤

۵۲ دیوان الخنساء ص۱۲۱

۵۳ وضاحت کے لئے دیکھئے تفسیر سورہ القیامۃ ،۵۔٦

۵۴ نابغہ ذبیانی کا جاہلی شعراء کی پہلی صف میں شمار ہے،اس کا تعلق حجاز سے ہے، وہ سوق عکاظ میں سرخ رنگ کے چمڑے کے خیمے قیام پذیر ہوتا،شعراء وہاں جا کر اپنے اشعار اس کے سامنے پیش کرتے ،اعشیٰ،حسان اور خنساء نے اپنے اشعار اس کے سامنے پیش کئے ،ابوعمرو ابن العلاء نے اسے تمام جاہلی شعراء سے برتر قرار دیا ہے، وہ عہد جاہلی میں محترم تصور کیا جاتا ،وہ لقمان بن منذر کا بہت مقرب تھا لیکن جب اس نے اس کی بیوی کے لئے تشبیب کہی تو وہ سخت ناراض ہوا جس کے نتیجے میں اسے شاہان غسان کے دربار میں پناہ لینی پڑی اور ایک زمانے تک غائب رہا،اور جب لقمان اس سے خوش ہو گیا تو وہ واپس آ گیا،اس کا دیوان شائع ہو چکا ہے،اس کی شاعری میں اس قدر نظم وترتیب ہے کہ اسے دیکھ کر تمام عرب شعراء سے افضل قرار دیا گیا ہے، اس کی شاعری تکلفات اور حشو وزوائد سے پاک ،اسے طویل عمر ملی تھی (الزرکلی۔ اعلام الطبعۃ التاسعۃ، دارالعلم للملا یین ،نومبر ،۱۹۹۰ء ۳/ ۵۴۔۵۵)

۵۵ کتاب شعراء النصرانیۃ فی شعراء الجاھلیہ ،ص ٦٦٦

۵٦ ایضا ،ص ٦٦٦

۵۷ دیوان امراء القیس ص ۱۵۴

۵۸ تفسیر سورہ القیامہ، ص ۴

۵۹ نظام القرآن، ص ۱۹۶

۶۰ تفسیر سورہ القیامہ، ص ۱۶

۶۱ متمم بن نویرہ ایک نمائندہ شاعر تھے آپ صحابی تھے، آپ کا معزز قبیلے سے رشتہ تھا دور جاہلیت اور عہد اسلامی دونوں میں آپ کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا گیا، آپ بہت پستہ قد تھے، اس نے اپنے بھائی مالک کے لئے جو مرثیہ کہا تھا، اس سے آپ کو بہت شہرت ملی، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں آپ کا مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ وہیں پر ایک صاحبہ سے آپ کی شادی ہوئی لیکن یہ صاحبہ آپ سے خوش نہیں رہتی تھیں، کیونکہ آپ ہمہ وقت اپنے بھائی کے غم میں نڈھال رہتے تھے۔ (الاعلام، ۲۷۴/۵)

۶۲ پورا شعر اس طرح ہے:

فقلت لها طول الاسى اذ سألتي۔ ولوعة حزن تترك الوجه أسفعا

(المفضليات، ص ۱۲۸)

۶۳ اس کی روایت اس طرح بھی ہے:

أماوى مايغنى لثراء عنى الفتىٰ۔ اذا حشرجت نفس وضاق بها الصدر

(خمسة دواوين العرب، عليه شرح لطيف مختصر من شرح العلامة امام اللغة والأدب أبوبكر عاصم بن أيوب البطليوسى) المكتبة الأهلية، بيروت ص ۱۱)

۶۴ تفسیر سورہ القیامہ، ص ۱۷

۶۵ نفس المصدر، ص ۱۷

۶۶ انيس الجلساء فى شرح ديوان الخنساء (اعتنىٰ بضبطه وتصحيحه وجمع رواته وتعليق حواشيه وفهارسه: الابلويس شيخو اليسوعى) المطبعة الكاثوليكية للآباء اليسوعيين، بيروت ۱۸۹۶ء ص ۲۸

۶۷ ديوان الخنساء ص ۲۸

۶۸ـ كتاب سيبويه۔ الطبعة الاولى۔ المطبعة الكبرى الأميرية، بولاق مصر المحمية، ۱۳۱۷ھ ۲/۲۹۱

۶۹ـ تفسير سوره القيامه، ص ۱۸

۷۰ـ ديوان طرفه (تحقيق وشرح: كرم البستانى) مكتبه صادر ۱۹۵۳ء، ص ۳۸

۷۱ـ انيس الجلساء فى شرح ديوان الخنساء، ص ۵۵

۷۲ـ تفسير سوره القيامه، ص ۱۸

۷۳ـ نفس المصدر، ص ۱۸۔۱۹

۷۴ـ ديوان الخنساء ص ۱۰۶

۷۵ـ عدی بن زید جاہلی دور کے اہل حکمت شعراء میں شامل تھا، اہل حیرہ میں سے تھا۔ فصاحت اس کی شناخت تھی، عربی اور فارسی سے بخوبی واقف تھا، یہ پہلا شخص ہے جس نے دیوان کسری میں عربی زبان تحریر کی۔ وہ کسری اور عرب کے مابین ترجمان کے فرائض انجام دیتا، شاہ کسری کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے نے اسے قدر ومنزلت سے نوازا۔ اس کی شادی لقمان ابن منذر کی بیٹی ہند سے ہوئی۔ چنانچہ دشمنوں کے اکسانے پر اس نے اسے جیل میں ڈال دیا۔ اور بمقام حیرہ قید کے اندر اسے قتل کر ڈالا گیا، عربی زبان وادب کے علماء اس کے اشعار کو بطور حجت پیش نہیں کرتے، بغداد سے اس کا دیوان شائع ہو چکا ہے (الاعلام، ۴/۲۲۰)

۷۶ـ تفسیر سورہ القیامہ، ص ۱۹

۷۷ـ درید بن صمہ جشمی، بکری کا تعلق قبیلۂ ہوازن سے ہے، اس کا جانباز اور معمر ترین شعراء میں شمار ہوتا ہے، وہ بنو جشم کا سردار، شہوار اور قائد تھا، اس نے سو جنگوں میں حصہ لیا اور کسی ایک میں بھی شکست خوردگی کا سامنا نہ کرنا پڑا، طویل العمر ہونے کی وجہ سے چشم کی ابرو گر چکی تھی، عہد اسلامی اسے نصیب ہوا لیکن اسلام نہ لے آیا، چنانچہ جنگ حنین میں دین جاہلیت ہی کی حالت میں اسے قتل کر دیا گیا۔ (الاعلام، ۲/۳۳۹)

۷۸ درید بن صمہ کے دوسرے شعر کی ایک دوسری روایت اس طرح ک
کمیش الازار خارخ نصف ساقه۔ بعید من الآفات طلّاع انجد
(جمہرۃ اشعار العرب، ص۲۱۲)

۷۹ تفسیر سوره والمرسلات من نظام القرآن تاویل القرآن۔ المعلم عبدالحمید الفراهی۔مطبعۃ معارف اعظم گڈھ الہند، (بدون تاریخ) ص۴

۸۰ امراء القیس کے لئے دیکھئے۔الاعلام ۱۱/۲

۸۱ دیوان امرء القیس۔ص۵۴

۸۲ تفسیر سوره والمرسلات، ص۴

۸۳ نفس المصدر، ص۴

۸۴ نفس المصدر، ص۱۴

۸۵ جمہرۃ اشعار العرب ص۱۴۱

۸۶ تفسیر سوره المرسلات، ص۱۷

۸۷ برج بن مسہر الطائی دور جاہلی کا ایک عمر دراز شاعر تھا، دیار طیّ میں اس کی سکونت تھی، ابوتمام نے اس کے اشعار کو ''الحماسہ'' میں نقل کیا ہے، اسلام سے قبل کا ہن سواد بن قارب الدوسی کی کہانت کے بہت سے قصے اس کے ذہن میں محفوظ تھے۔ (الاعلام، ۴۷/۲)

۸۸ نظام القرآن، ۲۴۳

۸۹ حمید الدین فراہی تفسیر نظام القرآن، ترجمہ از امین احسن اصلاحی) دائرہ حمیدیہ مدرستہ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڈھ، ۱۹۹۰ء، ص۲۵۴

۹۰ عقبہ بن بجیر المازنی کی حیات سے متعلقہ معلومات دستیاب نہ ہوسکیں

۹۱ دیوان الحماسہ، ص۳۲۶

۹۲ تفسیر نظام القرآن۔ص۲۶۴

۹۳ اموی اور عباسی عہد کے وہ مخضرمی شعراء جو اپنی فصاحت کی وجہ سے مشہور تھے انہیں میں روبہ کور جزیہ شاعر کی حیثیت سے جانا جاتا تھا۔اس کا زیادہ

تر قیام بصرہ میں ہوتا، بڑے بڑے اہل زبان نے اس سے بہت کچھ حاصل کیا ہے، اس کے اشعار بطور سند کے نقل کئے جاتے۔ بادیہ میں اس کا انتقال ہوا، وہ بہت عمر دراز تھا، رجزیہ اشعار پر اس کا دیوان مشتمل ہے" وفیات الاعیان" میں مذکور ہے کہ اس کے انتقال کی وجہ سے شاعری اور زبان وفصاحت کا جنازہ نکل گیا۔ (الاعلام، ۳/۳۴)

(الاب لویس شیخو الیسوعی۔ شعراء النصرانیه بعدالاسلام الکاثولیکیة، بیروت، ۱۹۲۴ء ص ۲۳۰)

۹۴ ایضا ۲۶۴

۹۵ تفسیر نظام القرآن۔ص ۲۶۵

۹۶ ابوصعترہ البولانی کے متعلق مجھے کوئی معلومات، الاغانی، الاعلام، سیر اعلام النبلاءمعجم الشعراء، دیوان الحماسه التبریزی) میں دستیاب نہیں ہوسکی۔ البتہ " لسان العرب" میں اتنا مذکور ہے کہ 'صعتر" ایک سبزی کا نام ہے، ابن سیدہ کا خیال ہے کہ ایک پودے کا نام ہے۔ اس کی واحد 'صعترۃ" ہے۔ اور اسی سے البولانی کی کنیت "ابوصعترہ" ہوئی۔ جوہری نے اسے 'صعترہ" لکھا ہے، لیکن طب کی کتابوں میں "شعیر" سے التباس کی بناء پر "ص" سے لکھا جاتا ہے، اور 'صعتر" ایک جگہ کا نام بھی ہے۔ (لسان العرب: بیروت، ۱۹۵۵ء ۴/۴۵۷-۴۵۸)

۹۷ دیوان الحماسه، ص ۲۲۸

۹۸ تفسیر نظام القرآن، ص ۲۶۹

۹۹ وضاحت کے لئے دیکھئے۔ الاعلام، ۷/۳۴۱

۱۰۰ یہ شعر دیوان اعشی میں موجود نہیں ہے

۱۰۱ تفسیر نظام القرآن ص ۲۹۹

۱۰۲ نفس المصدر، ص ۲۷۱

۱۰۳ یہ شعر دیوان میں اس طرح موجود ہے:

فأروى الزروع واعنابها۔ على سعة ماء هم اوقسم
(دیوان الأ اعشی الکبیر،ص۴)

۱۰۴ تفسیر سوره والشمس من نظام القرآن تاویل الفرقان بالفرقان،مطبعہ فیض عام،علی گڈھ الہند،۱۳۲۶ء ص ۶۔۷

۱۰۵ ابوزید الطائی نے دور جاہلی اور دور اسلامی دونوں کا مشاہدہ کیا،اسی لئے اس کا شمار مخضرمین میں ہوتا ہے،وہ بہت زیادہ معمر تھا،ایک سو پچاس سال زندہ رہا اور اس کی لمبائی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ تیرہ بالشت لمبا تھا۔اس کے سوانحی حالات کے لئے دیکھئے،تجدید الاغانی، ابن واصل الحموی (تحقیق۔ الدکتور طہ حسین وابراہیم الانباری)مطبعہ مصرہ القاہرہ، ۱۹۵۷ء ص ۱۳۸۵۔۱۳۸۳

۱۰۶ جمهرة اشعرا العرب،ص۲۶۲

۱۰۷ تفسیر سوره والشمس،ص۹

۱۰۸ یہ شعر خنساء کے دیوان میں نہیں ہے،اس کے لئے دیکھئے عمر رضا کحالہ، اعلام النساء۔ الطبعة العاشره، مؤسسة الرساله ۱۹۹۱ء ۳۶۰/۱

۱۰۹ تفسیر سورہ والشمس ص ۱۰

۱۱۰ الأودی کا لقب ''الافوہ ہے'' دور جاہلی کے عظیم شعراء میں اس کا شمار ہے۔وہ اپنی قوم کا سردار تھا،جنگوں میں وہ ان کی قیادت کرتا تھا اس کی قوم کے لوگ اس کی رایوں پر انحصار کرتے تھے،عرب اسے اپنے حکماء میں شامل کرتے ہیں اس نے بنو عامر سے اپنی قوم کا بدلہ لیا،الأفوۃ الادوی کے سوانحی حالات کے لئے دیکھئے،الاغانی ۱۳۹۳/۲۔۱۳۹۳

۱۱۱ کتاب شعراء النصرانیة،ص۱۷

۱۱۲ تفسیر سوره والشمس ص ۱۶

۱۱۳ دیوان، زهیر بن ابی سلمیٰ ص ۱۱۶

۱۱۴ تفسیر نظام القرآن،ص۳۰۹

۱۱۵ یہ مصرعہ اس طرح بھی موجود ہے، ''عبس کواسب لا یمن طعامھا''
(شرح دیوان لبیدبن ربیعه العامری (حققه وقدمه له الدکتور احسان عباس) الکویت، ۱۹۶۲ء ص ۳۰۸

۱۱۶ وضاحت کے لئے دیکھئے۔ الزمخشری الکشاف، رتبه، وضبطه وصححه مصطفیٰ حسین احمد ۴/ ۵۷۱۔۵۷۳

۱۱۷ افنون کا تعلق بنی تغلب ہے۔ جاہلی شاعر ہے۔ یمانی الاصل ہے، بادیہ شام میں اس کا انتقال ہوا، اسے ''افنون'' کے لقب سے یاد کیا گیا چونکہ اس کے اشعار میں لفظ ''افنون'' کثرت سے موجود ہے۔ مثلاً ''إن للشبان أفنونا''
(الاعلام۔ ۳/ ۲۰۴)

۱۱۸ تفسیر نظام القرآن، ص ۳۰۹۔۳۱۰

۱۱۹ کتاب شعراء النصرنیه، ص ۱۹۲۔

۱۲۰ عبید بن ابرص کا تعلق قبیلۂ مضر سے ہے وہ جاہلی دور کے حکیم اور زیرک شعراء میں شمار کیا جاتا، اسے اصحاب المجمہرات میں شامل کیا گیا ہے، جو معلقات سے متعلق دوسرے طبقے میں آتے ہیں، وہ امرء القیس کا معاصر ہے، اس کا اس کے ساتھ مستقل اختلاف رہا، اسے طویل عمر ملی جسے لقمان بن منذر نے قتل کر ڈالا۔ جو اس کے پاس جنگ ''بوسہ'' کے موقعہ پر حاضر ہوا تھا۔ اس کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔ (الاعلام، ۴/ ۱۸۸)

۱۲۱ کتاب شعراء النصرانیه، ص ۶۰۸

۱۲۲ تفسیر نظام القرآن، ص ۳۱۲

۱۲۳ نابغہ ذبیانی کے پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں ''مع الیل'' کی جگہ دیوان میں ''مع الصبح'' ہے (دیوان النابغه الذبیانی، ص ۹۳)

۱۲۴ تفسیر نظام القرآن، ص ۳۱۱

۱۲۵ ابوصعترہ بولانی کے متعلق امہات الکتب میں کوئی معلومات دستیاب نہ ہوسکیں۔

۱۲۶ دیوان الحماسه، ص ۲۲۸

مطبع نول کشور اور قرآن کریم کی اشاعت

محمد سعود عالم قاسمی

ہندوستانی تہذیب کے ان معماروں میں جنہوں نے انسانیت نوازی، وسیع المشربی، اعلیٰ ظرفی، علم دوستی اور ادب نوازی کی علی مثال قائم کی منشی نول کشور (۱۸۹۵ء) کا نام جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔ منشی نول کشور نے ہندوستان کے علمی اور ثقافتی ورثہ کی حفاظت اور اشاعت میں وقت، صلاحیت اور دولت لگا کر نیکی اور نیک نامی کی جو مشعل روشن کی ہے اس کی روشنی ابھی تک تابندہ ہے۔ منشی جی نے عصبیت و امتیاز کے بغیر ہر مذہب و ملت کے علمی، ادبی اور مذہبی سرمایہ کی طباعت و اشاعت کو اپنی زندگی کا مشن بنایا۔ ان کی مذہبی رواداری اور علم دوستی آج کے سیاسی رہنماؤں اور دانش وروں کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔ منشی نول کشور ۱۸۵۸ء میں لاہور سے لکھنؤ آئے اور اودھ اخبار کے ساتھ اپنا چھاپہ خانہ قائم کیا۔ اس اشاعتی ادارہ سے جہاں ہندو دھرم مذہبی اور تاریخی کتابوں کو انھوں نے نئی زندگی عطا کی وہاں اسلام کی دینی، ادبی اور تاریخی کتابوں کو بھی اہتمام اور احترام کے ساتھ شائع کیا۔ بہت سے قلمی نسخوں کو زیور طباعت سے آراستہ کیا اور بہت سی کم یاب کتابوں کو شائع کر کے عوام وخواص تک پہونچایا۔ اسلامی کتابوں سے ان کی دلچسپی اس حد تک پیدا ہوگئی کہ ان کا پریس اسلامیات کی طباعت و اشاعت کا مرکز بن گیا بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔

''انہوں نے اپنے پریس کو جس طرح اسلامیات اور عربی و فارسی اور اردو ادبیات کے لئے وقف کر دیا تھا اور اس کے ذریعہ نادر و نایاب کتابوں کو جس طرح سب کے لئے دستیاب کر دیا تھا وہ مسلمانوں اور اہل علم کے اوپر ان کا احسان عظیم ہے۔''[1]